ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اُردو شاعری کے تین منظوم انگریزی تراجم: تعارف و تجزیہ

ڈاکٹر ماجد مشتاق
Dr. Majid Mushtaq
Assistant Professor, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

ڈاکٹر سمیع اللہ
Dr. Samiullah
Assistant Professor, Department of Persian,
Govt. College University, Faisalabad.

علی رضا
Ali Raza
M.Phil Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:
Translation is an important field in the history of Urdu literature. In the Current Era translation is more important to know about the features of another language and its literature. In the history of Urdu Literature there are so many examples of translation from other language to Urdu. In the early stage religious texts from Persian and Arabic languages translated. English to Urdu translation is also common. Urdu to English translation is very rare in poetry, specially in the field of poetry. This article having introduction and analysis of three poetic translations from Urdu literature to English will help the students to know about true kind of poetic translations. This article will also help the people to know about poetic sensibility and translation. This article having new trends will also encourage the people in this field.

Keywords: *Translation, Globalization, Tradition, Urdu Ghazal, Ability, Civilization, Poetic Translation.*

کلیدی الفاظ: ترجمہ، گلوبلائزیشن، روایت، اردو غزل، استعداد، تہذیب، منظوم ترجمہ، دو رنگی غزلیں

عالمی ادب کے تناظر میں زبانوں کے باہمی تعلقات اور گلوبلائزیشن کے تصور نے تراجم کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے اس جدید تصور اور جدید دنیا میں عالمی سطح پر انسانوں کے مسائل کو یکجا کرتے ہوئے مجموعی انسانی قدروں کی اہمیت کو سرحدوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مشترکہ موضوع کی صورت عطا کی ہے۔ طاقت کے استعمال کا مسئلہ ہو یا بڑھتی ہوئی صنعتی ترقی سے موسمیاتی تبدیلیاں، دہشت گردی کا مسئلہ ہو یا معاشی بدحالی سب کا دائرہ اثراب مجموعی انسانی برادری ہے۔ اس دور میں دنیا بھر کا انسان یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ انسانی ترقی کی یہ سرپٹ دوڑ کس سمت سفر کر رہی ہے اور اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ اس صورت حال میں انسانوں کا طرز فکر اور سوچ کن کن امور پر اپنی توجہ مرکوز کر رہی ہے، جاننا بہت ضروری ہے۔ زبان انسانی احساسات و جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے، یہی وصف اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا کے دوسرے کونے میں بیٹھا انسان کس طرح سوچتا اور اظہار کرتا ہے؟ اس حوالے سے ترجمے کی افادیت مزید اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ ترجمہ دو دنیاؤں اور دو زبانوں کے درمیان پل کا کام کرتا ہے۔ ترجمہ ہی وہ واحد راستہ ہے جس سے مختلف معاشرت مختلف سماج اور مختلف خطوں کے انسانوں کی سوچ تک رسائی ممکن ہے۔ اس حوالے سے مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

> ''ترجمے کا عمل دو زبانوں کے مابین پل بنانے کا کام کرتا ہے جبکہ متن کا اس کی تمام اسلوبیاتی، موضوعی اور تکنیکی خصوصیات کے ساتھ کسی دوسری زبان میں منتقل ہو جانا ترجمے کا اصل گُن ہے۔''(۱)

گویا ترجمہ اپنی اصل میں جہاں دو زبانوں کو ربط و تعلق سے سرفراز کرتا ہے وہیں تہذیب و ثقافت کے پہلوؤں کو ملاتا ہے۔ ثقافتوں کے باہمی مماثلات اور افتراقات کا علم بھی اسی فن کے ذریعے ہوتا ہے۔ یعنی ترجمہ تہذیبی شعور اور تبدیلیوں کی بنیاد بنتا دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالے سے انیس ناگی تحریر کرتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"ترجمہ ہی ایک ایسا عمل ہے جو دنیا کی مختلف زبانوں اور ثقافتوں کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے۔"(۲)

ڈاکٹر نثار احمد قریشی ترجمے کے عمل کو محض زبان اور ثقافت تک ہی محدود نہیں رکھتے بلکہ اسے جغرافیائی اور فنون کی سطح پر بھی مفید قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک دنیا کی معاشی ترقی اور فنون کا فروغ بھی ترجمہ کے مرہونِ منت ہے۔ان کے بقول:

"ترجمہ ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو ایک مخصوص ملک،ایک جغرافیائی علاقے اور ایک خاص قوم کی تحقیقات اور اس کے علوم اور اس کے فنون،تمام انسانیت کی ملکیت بناتا ہے۔اس لحاظ سے ترجمے کی ذمہ داری اتنی ہی اہم ہے جتنی کسی کیمیاوی قوت کو ایک روپ سے دوسرے روپ میں ڈھالنے کی ہوتی ہے۔"(۳)

اس طرح یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ ترجمہ محض زبانوں کی وجہ سے اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اس زبان کے پس پردہ محرکات کو بھی پیش کرتا ہے۔زبان اپنا ایک ثقافتی ماحول رکھتی ہے،ادب میں زبان موضوع کے ساتھ ساتھ جغرافیائی پس منظر اور ارد گرد کے حالات کا بھی اظہاریہ ہے۔

اردو ادب میں تراجم کی روایت نئی نہیں۔عہدِ قدیم سے ہی عربی اور فارسی متون کے تراجم سے مقامی لوگوں کے لیے مذہبی آسودگی،علمی آبیاری اور معاشی امکانات کا اہتمام ہوتا رہا۔یہ بات البتہ اہمیت سے خالی نہیں کہ اردو کے ابتدائی زمانوں میں زیادہ تر متون مذہبی نوعیت کے ہی تھے جنہیں مقامی زبانوں اور اردو میں ترجمہ کیا گیا۔

برِصغیر پاک وہند میں صوفیائے کرام کے حوالے سے عقیدت کا سلسلہ بھی مذہبی بنیادوں پر استوار ہے۔بزرگانِ دین کے اقوال،ملفوظات کے تراجم بھی اس روایت کی اہم کڑی ہیں۔سلسلۂ مشائخ اور تصوف کے تناظر میں مولانا روم اور فارسی شعراء سعدی،عرفی،حافظ کے تراجم کی روایت بھی موجود ہے۔

برِصغیر پاک وہند میں دیگر زبانوں کی طرح انگریزی متون سے تراجم کی بھی روایت موجود ہے۔جنگِ آزادی کے بعد انگریزی اور اُردو کے تراجم نے متون کی تفہیم میں اہم کردار ادا کیا۔اس حوالے سے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ نوآبادیاتی دور میں سرکار اور سامراج کی خوشنودی بھی لوگوں کی ترجیح تھی۔اس رویے نے بھی انگریزی متون کی طرف دلچسپی پیدا کی۔سر سید احمد خان کی تحریک اور ان کا انگریزی زبان کی اہمیت کو سمجھنا بھی مقامی لوگوں کے لیے انگریزی میں دلچسپی کا باعث رہا۔اگر نوآبادیاتی دور اور سامراج کو الگ کر کے دیکھا جائے تو انگریزی بطور زبان اپنی اہمیت رکھتی ہے۔اسے برطانوی راج کا اثر کہیے یا یورپی ادب کی افادیت یہ بات تو کسی طور نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ یہ زبان تقریباً دنیا کے ہر خطے اور علاقے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔یوں اسے برطانوی راج اور سامراج سے الگ کر کے دیکھا جائے تو بھی انگریزی زبان بطور زبان اپنی اہمیت رکھتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسے عالمی سطح پر دوسری کسی بھی زبان سے زیادہ پذیرائی ملی۔اس حوالے سے شہلا نگار لکھتی ہیں:

"انگریزی ایسی زبان ہے جو دنیا کے اکثر خطوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس لیے ایسی باتیں جو ہم دوسرے ممالک کی دوسری زبانیں بولنے والوں تک پہنچانا چاہتے ہیں،ان کو انگریزی میں پہنچاتے ہیں۔"(۴)

اردو زبان میں انگریزی سے تراجم کی ایک وقیع اور طویل روایت ہے۔بڑے بڑے اردو شعرا اور ادبا نے انگریزی متون کے تراجم کر کے اردو زبان کے قارئین کے لیے سہولت پیدا کی۔ان ناموں میں مولانا محمد حسین آزاد،مولانا الطاف حسین حالی،مولانا اسماعیل میرٹھی،غلام بھیک نیرنگ،حسرت موہانی اور اکبر الہ آبادی جیسے قادر الکلام شعرا کا نام بھی شامل ہے۔بعض ناقدین نے تو اقبالؒ کے ابتدائی کلام کو بھی آزاد یا نیم آزاد ترجمہ قرار دیا۔اُردو سے منظوم انگریزی تراجم کے حوالے سے بھی کئی متون کا ذکر ملتا ہے۔اس سے بڑا حوالہ حالی کے تراجم کا انگریزی ترجمہ بھی شامل ہے۔

اردو شاعری کے منظوم انگریزی تراجم کے حوالے سے تاریخ زیادہ مضبوط نہیں۔البتہ یہ میدان بھی بالکل خالی دکھائی نہیں دیتا۔منظوم تراجم کے لیے نثری تراجم کی نسبت اسلوب،مقصدیت اور نظمیہ آہنگ کی پابندی زیادہ ہوتی ہے۔اس معاملے میں مترجم کے لیے بیک وقت کئی احتیاطیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ایک طرف تو شعر کا آہنگ،دوسری طرف موضوع اور تیسرا اس زبان کے محاورہ کی عکاسی ایسا امتحان ہے جس کے لیے اسے بھرپور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر حسن الدین احمد تو منظوم ترجمے کو علیحدہ صنف قرار دینے کے حامی نظر آتے ہیں۔وہ بیان کرتے ہیں:

"منظوم ترجموں کو اُردو شاعری کی ایک علاحدہ صنف قرار دیا جاسکتا ہے جس کی طرف اس وقت تک کم توجہ دی گئی ہے۔"(۵)

انگریزی سے اردو منظوم تراجم کی روایت سے قطع نظر اردو غزلوں کے منظوم تراجم پر کم توجہ رہی ہے۔شاید اس کی بڑی وجہ انگریزی زبان سے شغف یا لگاؤ بھی ہو مگر اصل وجہ منظوم ترجمہ کی وہ احتیاطیں ہیں جو مترجم کے لیے سدِ راہ ثابت ہوتی ہیں۔ اس پر مستزاد اردو کا عروضی نظام بھی جس کو دوسری زبان میں لاتے ہوئے جان

جوکھوں میں ڈالنی پڑتی ہے۔اس لیے سہولت اسی میں نظر آتی ہے کہ اگر اردو منظوم متون کو انگریزی میں ترجمہ کرنا مقصود ہو تو ترجمہ کے لیے نثر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔اس سے موضوع یا مقصد تو قاری تک پہنچ جاتا ہے مگر شعر کا اصل حسن خراب ہو جاتا ہے اور شاعرانہ کمال کی بھی پہچان نہیں ہوتی۔

اس وقت پیش نظر اردو شاعری کے تین منظوم تراجم ہیں، جو اپنی نوعیت میں منفرد ہیں اور اس روایت میں الگ اہمیت رکھتے ہیں۔پہلا ترجمہ Urdu Ghazals: An Anthology کے عنوان سے K.C. Kanda کا ہے جنھوں نے سولہویں صدی سے بیسویں صدی کے اردو شعراء کے منتخب کلام کا منظوم انگریزی ترجمہ کیا ہے. یہ کتاب ۱۹۹۴ء میں منظر عام پر آئی۔(۶)

اردو کے منظوم انگریزی تراجم کے حوالے سے دوسری کتاب منظور ثاقب کی ہے جس کا نام "ایک تعبیر خواب چاہتی ہے" رکھا گیا۔یہ کتاب ۲۰۲۰ء میں شائع ہوئی۔کتاب کے متن کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی شامل ہے جو ڈاکٹر غلام مرتضی عاطر نے کیا ہے۔(۷) اس سلسلے کی تیسری کتاب اشرف گل کی "دو رنگی غزلیں" کے عنوان سے سامنے آئی۔اس کا سن اشاعت ۲۰۲۳ء ہے۔(۸)

ان تراجم کی مشترکہ خوبی ہے کہ ان تینوں کا بنیادی متن غزل یا نظم کی صنف سے ہے۔ ضمنی طور پر دیگر اصناف کو بھی شامل کیا گیا ہے مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔اول الذکر ترجمہ K.C. Kanda کا ہے۔ان کا تعلق ہندوستان سے تھا۔انگریزی زبان میں ڈاکٹریٹ کے علاوہ اردو میں ایم اے بھی کیا۔اردو کے منظوم انگریزی تراجم کے حوالے سے ان کا مقام بہت نمایاں ہے۔ان کے منظوم تراجم کی طویل فہرست ہے۔اس میدان میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔انہوں نے اردو نظم، اردو غزل، اردو رباعی اور اردو مزاحیہ شاعری کے منظوم تراجم کے ساتھ ساتھ مشہور شعراء کے منتخب کلام کے منظوم تراجم پر مشتمل کتابیں بھی شائع کیں۔ان شعراء میں میر، غالب، اکبر الہ آبادی، فراق گورکھپوری اور علامہ محمد اقبال کے نام نمایاں ہیں۔یہاں ان کی کتاب Urdu Ghazals: An Anthologies کا تعارف مقصود ہے اس کتاب کے سرورق پر ہی سولہویں صدی سے بیسویں صدی کے شعراء کا منتخب کلام درج کیا گیا ہے۔اس کلام کے حوالے سے وہ خود بیان کرتے ہیں:

> "The Ghazals included in this volume are carefully selected, keeping in view their intrinsic artistic quality, the universality and their content and their accessibility for the average reader. These poems are then rendered into simple, lucid and rhythmical reflect as far as it is possible in translation, the cadence and material effect of the original."(9)

ان کی اس رائے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے ترجمہ کے لیے منتخب کلام کا پیمانہ کیا ہے اور ترجمہ کرتے وقت کن معیارات کو سامنے رکھا گیا ہے۔وہ ایک طرف تو متون کی باطنی تحریک کو سامنے رکھتے ہیں تو دوسری طرف قاری کی استعداد کو۔ ان کا یہ قول کہ وہ اوسط درجے کے قاری کے لیے تراجم کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ غزل کے پیمانے پر سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں۔یہ قول ان کے ترجمے کی نوعیت کو اور بھی اہمیت بخشتا ہے۔

مترجم کا فن متن کے لوازمات سے آگاہی رکھنا اور اس کا ایک اضافی وصف بن کر سامنے آتا ہے۔اس کا اظہار بھی کتاب میں شامل ابتدائیہ کے طور پر مضمون میں نظر آتا ہے۔وہ غزل کا مفہوم، تعارف مثالوں کے ذریعے کرتے ہیں اور ان مثالوں میں وہ امیر خسرو کے ریختی کے شعر کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔یہ وہی کلام ہے جسے ڈاکٹر سلیم اختر نے اردو شاعری کے ابتدائی کلام کے طور پر پیش کیا ہے۔(۱۰)

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف و روز وصلت چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

Long like locks, the separation night, the Day of union short as life
How hard to pass the gloomy nights without seeing my love(11)

اس ترجمہ سے مترجم کے شعری رجحان کا بھی اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف ان کے دعوے کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ انہوں نے اوسط درجے کے قاری کی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے تراجم کیے ہیں۔اس کتاب کا یہ وصف متن اور ترجمے دونوں کو مفید اور اہم بناتا ہے۔کتاب کا مجموعی حجم ۳۶۳ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ابتدائیہ کے علاوہ غزل کی ابتدا اور مبادیات کے حوالے سے مضمون شامل ہے۔یہاں بھی ان کے مد نظر وہ قاری ہے جو انگریزی زبان و ادب سے واقف ہے مگر اردو غزل کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔اس مضمون سے غزل کا تعارف مقصود ہے جس میں وہ کامیاب و کامران نظر آتے ہیں۔کتاب کے آخر میں اردو نظم، غزل، مرثیہ، قصیدہ اور رباعی پر مختصر نوٹ سے ان کا تعارف بھی کرایا گیا ہے۔کتاب کے آخر میں اشاریہ کا اہتمام کیا گیا ہے جس میں ہر غزل کے مصرا اولیٰ کا انگریزی ترجمہ الف بائی ترتیب سے دیا گیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ہے۔

یہ کتاب ترجمہ اور منظوم ترجمہ کا ایک اہم باب ہے۔اس کا بنیادی وصف چار صدیوں کے مختلف شعراء کے کلام کا انتخاب ہے۔ مترجم نے کمال مہارت سے ہر عہد کے شعراء کے کلام میں زبان، محاورہ اور لسانی پہلوؤں کو سادگی سے انگریزی زبان میں منتقل کیا ہے۔کتاب میں شامل شعرا قلی قطب شاہ، سراج اور نگ آبادی، مرزا محمد رفیع سودا، انشااللہ خان انشا، بہادر شاہ ظفر، خواجہ حیدر علی آتش، شیخ محمد ابراہیم ذوق، امیر مینائی، داغ دہلوی، خواجہ الطاف حسین حالی، اکبر الٰہ آبادی، شاد عظیم آبادی، فانی بدایونی، برج نرائن چکبست، اصغر گونڈوی، جگر مراد آبادی، جوش ملیح آبادی، ساحر لدھیانوی، ناصر کاظمی اور راجندر منچندا بانی ہیں۔ تمام شعراء کا تعارف بھی انگریزی زبان میں دیا گیا ہے۔

K.C. Kanda کا یہ منظوم ترجمہ کلاسیکی روایت سے بیسویں صدی کے نصف کے بعد تک کے شعرا اور ان کے کلام کو انگریزی زبان میں متعارف کرانے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اردو شاعری کے منظوم تراجم کے حوالے سے دوسرا زیر نظر ترجمہ منظور ثاقب کا شعری مجموعہ ''ایک تعبیر خواب چاہتی ہے'' جو کہ منظوم انگریزی ترجمہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

اس کتاب کا ایک حوالہ یہ بھی ہے کہ شاعر اور مترجم دونوں کا تعلق ایک ہی شہر اور ایک ہی عہد سے ہے۔ دونوں حیات ہیں اور دونوں ہی شعر و شاعری سے شغف رکھتے ہیں۔ منظور ثاقب فیصل آباد کے مقامی شعرا میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ محکمہ سکول ایجوکیشن سے ریٹائرمنٹ کے بعد گھر پر وقت گزارتے ہیں۔ شعبہ درس و تدریس سے وابستگی بھی ان میں اور مترجم میں مشترک ہے۔ڈاکٹر غلام مرتضیٰ عاطر انگریزی ادویات کے استاد اور شاعر ہیں ان کے دو اردو شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔آج کل وہ بطور صدر شعبہ انگریزی ادویات گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد سے وابستہ ہیں۔

کتاب میں کل ۴۰ غزلیں ۳۵ نظمیں اور چند قطعات شامل ہیں۔کتاب میں رواں انگریزی ترجمے کے ساتھ ساتھ موجودہ عہد میں رائج رومن اردو میں بھی ترجمہ شامل ہے۔اسے ترجمہ تو قرار نہیں دیا جا سکتا البتہ رسم الخط کی سہولت اور قرأت میں مدد قرار دیا جا سکتا ہے۔کتاب کے شروع میں شاعر کی رائے اور مترجم کی متن اور ترجمے کے بارے میں مفصل تحریر بھی شامل ہے۔ مترجم اس ترجمے کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

> "While translating this poetry, my focus was on finding English expression closest to Saqib's Urdu expression in meanings. In from I have minimal effort to be political. As I am a poet of Urdu, my poetic sensibility has been helpful for me to create poetic translation. If not English in translation.
> Minimal effort yes, In case of some ghazals. I have maintained ghazals patterns of ending rhyme scheme, ignoring refrain (radeef). The repetitive phrase at the end of the lines. In 'tum nay kia acha kia hay dast-e-azar kaat kar'?"
>
> Cutting Azar's hands is not tall a marvel
> Marvel is to oust idols out of the heart's temple
>
> The rhyme is not exact but the idea is."(12)

مترجم کا یہ موقف ہے کہ انہوں نے شعری حسیات اور شعریت کو فوقیت دی ہے۔وہ خود بھی شاعر ہیں اس لیے انہیں شاعری کے باطنی پہلوؤں پر زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی۔وہ ترجمے کی ضرورت کو شعر کی ہیئتی ضروریات پر فوقیت دیتے نظر آتے ہیں۔ یہاں بھی اول الذکر ترجمے کی طرح شعر کے محاسن کو سامنے رکھتے ہوئے مافی الضمیر کی ترسیل بنیادی وصف نظر آتا ہے۔اس ترجمے کو سامنے آئے ابھی تین سال کا عرصہ ہوا ہے۔ناقدین کی نظر اس پر نہیں پڑی یا انہوں نے اس حوالے کو اور اس ترجمے کے پہلو کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ عجیب روش ہے کہ اس طرح کے اہم تراجم اور وقیع کام کو نظرانداز کیا جائے، حالانکہ یہ ترجمہ اردو ادب اور ترجمے کی روایت میں ایک اہم اضافے کا درجہ رکھتا ہے۔

اردو شاعری کے منظوم انگریزی تراجم کا تیسرا تعارف اشرف گل کی کتاب ''دورنگی غزلیں'' ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں منظر عام پر آئی۔اس کا بنیادی وصف یہ ہے کہ شاعر نے اپنے ہی اردو کلام کو انگریزی ترجمہ کے ساتھ شامل کیا ہے۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس ترجمے کو تخلیق کا درجہ نہیں ملنا چاہیے۔اس کا جواب کچھ اس طرح سے دیا جا سکتا ہے کہ ترجمے کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ تخلیق لگے۔اس حد تک تو بجا مگر جب متن کو سامنے رکھ کر اسے دوسری زبان میں ڈھالا گیا ہو تو اسے

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ترجمہ ہی کہا جائے گا نہ کہ تخلیق۔

دوسرا سوال یہ کہ شاعر کو اپنے ہی متن کے ترجمے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔اس حوالے سے شاعر کے حالات زندگی اور موجودہ سکونت بڑا حوالہ ہے۔ کیلیفورنیا میں مقیم شاعر نے اپنی زبان اردو اور اپنی شاعری کو یہاں کے باشندوں تک پہنچانے کے لیے خاص اہتمام کیا ہے۔کتاب میں کل ۱۱۰ غزلیں اور ایک حمد یہ ابتدائیہ کلام شامل ہے۔کتاب کے بارے میں کوئی رائے دیے بغیر فیصلہ قاری کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ شاعر نے دونوں زبانوں کے حوالے سے اظہار کی سطح پر متن اور ترجمے کے ساتھ انصاف کیا ہے یا نہیں۔فنی حوالے سے کتاب میں شامل غزلوں کے اوزان ہر بحر کے وزن کا تعین اور نشان دہی کرتے ہوئے اس وزن میں کہے ہوئے اشعار کی تعداد کا جدول بھی دیا گیا ہے جو عام روایت سے ہٹ کر نئی بات ہے۔شاعر کی قادر الکلامی اور فنی مہارت کا ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کی اب تک ۱۵ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں اردو کے علاوہ پنجابی زبان میں بھی شاعری اور نثر شامل ہے۔شاعر کے دیگر کام نظم اور نثر کے حوالے سے ادبی تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔

اس ترجمے کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے انگریزی ترجمے میں بھی ردیف کو نبھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ترجمہ بامحاورہ اور سلیس ہے،اسلوب کی سادگی متن کے مفاہیم کی انگریزی میں ترسیل میں مدومعاون ہے۔

جہاں سے نہ رہنا ، کبھی بے خبر
کوئی رازداں ، باخبر کر گیا

Because of the people, because all are not nice
To deal with strangers, must seek friend’s advice(13)

ترجمے کی نوعیت سہل اور سادہ ہے اور یہی اس کا حسن ہے۔جیسے اول الذکر مترجم نے اوسط درجے کے قاری کی استعداد کی بات کی تھی یہاں بھی یہی معیار مد نظر ہے گویا تینوں مترجمین کے ہاں قاری کی استعداد ہی معیار نظر آتا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں شعری منظوم تراجم اپنی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔تینوں کی بنیاد ایک یعنی اردو شعری متون کو انگریزی منظوم ترجمے کی صورت میں پیش کرنا ہے۔تینوں مترجمین کا انداز اپنا ہے مگر تینوں کے سامنے متنی مفاہیم کی ترسیل ہی بنیادی مقصد نظر آتا ہے۔تینوں کا اسلوب سادہ سلیس اور رواں ہے۔اردو زبان کے علاوہ انگریزی زبان کے محاورے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے تینوں کا زمانہ اور مقام الگ ہے گو کہ موخر الذکر دو تراجم کی اشاعت میں زمانی فرق زیادہ نہیں مگر زمینی فرق نے واضح دوئی قائم کی ہے۔منظوم ترجمے کے حوالے سے تینوں مساعی قابل قدر اور آئندہ کے لیے امکانی رہنمائی کا درجہ رکھتی ہیں۔یہ کام آسان نہیں۔بقول ڈاکٹر شیر علی:

> ’’منظوم ترجمہ نگاری بہت سی باریکیوں اور فنی نزاکتوں کی متقاضی ہے۔شاعری بنیادی طور پر احساسات اور جذبات کے اظہار کا نام ہے۔ہر زبان اپنے اظہار کے حوالے سے تہذیبی پس منظر کی حامل ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک زبان کا تہذیبی منظر نامہ لفظی اور اسلوبیاتی سطح پر دوسری زبان میں کماحقہ منتقل کرنا کار دارد‘ کا حکم رکھتا ہے۔‘‘(۱۴)

اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ کہنا بجا ہے کہ تینوں ہی متون اور ان کے منظوم انگریزی تراجم انتہائی اہمیت کے حامل ہیں،البتہ تینوں کی نوعیت مختلف ہے۔ اول الذکر مترجم نے تقریباً چار صدیوں پر مشتمل متون کا انتخاب کیا۔ان متون میں مختلف ادوار اور مختلف ادبی رجحانات کے حامل شعرا کا ترجمہ بہت مشکل امر ہے۔ہر دور میں لسانی، تہذیبی، سماجی اور سیاسی صورت حال مختلف رہی۔مترجم کا متن کو ان کے عہد کے لسانی و سماجی پیرائے پر سمجھ کر دوسری زبان میں ترسیل کرنا زیادہ اہم اور وقیع کارنامہ ہے۔دوسرے اور تیسرے متن کے حوالے سے اہمیت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا مگر مترجم اور شاعر کا باہمی ربط شعری رموز اور موضوعات کو سمجھنے کے لیے سہولت کا باعث ہے۔آخری متن میں تو شاعر ہی خود مترجم ہے اس لیے یہاں سہولت پہلے دو متون سے زیادہ نظر آتی ہے۔اپنے ہی خیالات کو مختلف آہنگ میں بیان کرنا ہر حال نسبتاً سہل عمل ہے۔

اردو شعری متون کے تراجم کی روایت گو کہ زیادہ طویل نہیں مگر ان تراجم کی موجودگی میں اس میدان کو خالی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ان تینوں تراجم سے جہاں زبانوں کے باہمی تعلق کی اہمیت واضح ہوتی ہے وہیں اس باہمی ربط کو نبھانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔اردو شاعری کو دیارِ غیر میں مقبولیت دلانے میں ان کا نمایاں کام نظر آتا ہے۔المختصر مذکورہ تینوں متون اور تراجم منظوم انگریزی ترجمے کی روایت میں اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حوالہ جات

۱۔ حامد بیگ مرزا، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص:۱
۲۔ انیس ناگی، پاکستانی اردو ادب کی تاریخ، لاہور: جمالیات، ۲۰۰۴ء، ص:۲۶۸
۳۔ نثار احمد قریشی، ترجمہ روایت اور فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص:۱۰۲
۴۔ شہلا نگار، انگریزی افسانوں کے پنجابی سرائیکی تراجم، لاہور: مسعود کھدر پوش ٹرسٹ، ۲۰۱۱ء، ص:۵۱
۵۔ حسن الدین احمد، ڈاکٹر، انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، حیدر آباد: ولا اکیڈمی، ۱۹۸۴ء، ص:۷
6. K.C. Kanda, Urdu Ghazals: An Anthology, Delhi: Sterling Publishers, 1994
۷۔ منظور ثاقب، ایک تعبیر خواب چاہتی ہے، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۰ء
۸۔ اشرف گل، دورنگی غزلیں، لاہور: کانٹی نینٹل سٹار پبلشرز، ۲۰۲۳ء
9. K.C. Kanda, Urdu Ghazals: An Anthology, P:VIII
۱۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص:۲۵۹
11. K.C. Kanda, Urdu Ghazals: An Anthology, P:13
۱۲۔ منظور ثاقب، ایک تعبیر خواب چاہتی ہے، ص:۲۲
13۔ اشرف گل، دورنگی غزلیں، ص:65
۱۴۔ شیر علی، ڈاکٹر، برطانیہ میں اُردو شاعری کی روایت، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء، ص:۵۲۔۵۳